پاکستان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا خواتین کا مقبول ترین ہفت روزہ

خواتین کا اسلام

1072
بدھ 14 جمادی الاوّل 1445ھ مطابق 29 نومبر 2023ء

زیتون اور کیکٹس کی کہانی

Zaiby Jewellry
SADDAR
021-35215455, 35677786 zaiby_jewellery Zaiby_jewellery
zaiby.jeweller@gmail.com Zaibunnisa Street, Saddar, Karachi

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

القرآن

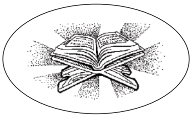

لوگوں سے درگزر کرو!

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو (مخلوقات) اُن میں ہیں، انھیں تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے اور قیامت تو ضرور آکر رہے گی تو تم (اُن لوگوں سے) اچھی طرح سے درگزر کرو۔ کچھ شک نہیں کہ تمھارا پروردگار ہی سب کچھ پیدا کرنے والا اور جاننے والا ہے۔

(سورۃ الحجر، آیات: 85، 86)

الحدیث

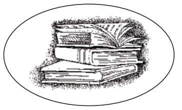

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ عفو و درگزر

عبد اللہ الجدَلی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے؟

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تو سخت گیر تھے اور نہ فحش گو تھے اور نہ ہی بازار میں شور و شغب کرنے والے۔ آپ نے برائی کا بدلہ برائی سے کبھی نہ دیا۔ آپ ہمیشہ لوگوں کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ کرتے تھے۔ (مسلم)

مولانا مفتی محمد ابراھیم صادق آبادی

سجدہ میں جانے کا طریقہ:

سوال: سجدے میں جاتے ہوئے بعض لوگ پہلے ہاتھ رکھتے ہیں، پھر گھٹنے اور بعض اس کے برعکس پہلے گھٹنے رکھتے ہیں، پھر دونوں ہاتھ، صحیح طریقہ کون سا ہے؟

جواب: صحیح طریقہ یہی ہے کہ سجدے میں جاتے ہوئے پہلے زمین پر گھٹنے پھر دونوں ہاتھ رکھے اور سجدے سے اٹھتے ہوئے پہلے ہاتھ، پھر گھٹنے اٹھائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ یہی تھا: عن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد وضع رکبتیہ قبل یدیہ و اذا نھض رفع یدیہ قبل رکبتیہ۔ (ابو داؤد، ترمذی، نسائی)

ہیجڑے کو صدقہ دینا:

سوال: کیا ہیجڑے کو صدقہ دینا جائز ہے؟ مشہور ہے کہ اس کی بددعا جلد لگ جاتی ہے، اس لیے کچھ دے دینا چاہیے۔

جواب: اگر ہیجڑا نادار اور مستحق ہو تو اسے صدقہ دینا ثواب ہے۔ یہ بات کہ اس کی بددعا جلد لگ جاتی ہے بے اصل ہے، اور اس ڈر سے اسے صدقہ دینے کا بھی کوئی ثواب نہیں۔

معذور کا حکم:

سوال: کسی کو ریح وغیرہ کی شدید تکلیف ہے، اٹھ کر وضو کرنا بھی دشوار ہے تو تیمم کرسکتا ہے یا نہیں؟ وضو بار بار ٹوٹ جاتا ہے۔

جواب: تیمم جائز نہیں، وضو کر کے نماز پڑھے۔ اگر معذور ہے تو پورے وقت کے لیے ایک ہی وضو کافی ہے، ورنہ بار بار وضو کرے۔ معذور کی تعریف اور احکام کی تفصیل بہشتی زیور میں دیکھ لیجیے۔

نکاح و رخصتی:

سوال: پانچ ماہ پہلے میرے والد صاحب نے میری بہن کا نکاح ہمارے خالہ زاد بھائی سے کر دیا، ابھی رخصتی نہیں ہوئی اس لیے کہ بہن نے میٹرک کا امتحان دینا ہے۔ خالہ کے گھر میں دینداری نہیں ہے، لڑکا بھی نماز کا پابند نہیں۔ میرا بھائی اس رشتے کے خلاف ہے۔ وہ کہتا ہے یہ نکاح ہی نہیں ہوا، لہٰذا ہم بچی کو رخصت نہیں کریں گے۔ سوال یہ ہے کہ نکاح ہوا یا نہیں؟ رخصتی کی جائے یا نہیں؟ رخصتی سے پہلے ملاقات، گفتگو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بے دین لڑکے سے رشتہ کر کے آپ کے والد نے سنگین غلطی کی جس کی تلافی اسی صورت میں ممکن ہے کہ لڑکے کی اصلاح و ہدایت پر پوری توجہ دیں۔ تبلیغی جماعت میں بھیج کر یا کسی مصلح و مربی کی تربیت میں دے کر اسے دیندار بنائیں۔ نکاح بہرحال منعقد ہو چکا، رخصتی روک دینا یا بلا وجہ ملتوی کیے رکھنا خطرناک غلطی ہے۔ میٹرک کا امتحان کوئی عذر نہیں جس کے سبب رخصتی روکے رکھیں۔ باقی نکاح کے بعد اصولاً لڑکے لڑکی کو ایک دوسرے سے پردہ نہیں، لیکن میل ملاقات یا خفیہ رابطہ مناسب نہیں۔ موضع تہمت اور باعث بدنامی ہے۔ والدین کو چاہیے کہ نکاح کے بعد جوان اولاد کی رخصتی میں تاخیر نہ کریں تاکہ ان باتوں کی نوبت ہی نہ آئے۔

بلا اجازت کسی کا مال لینا:

سوال: حدیث ہے کہ کسی مسلمان کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں۔ ہمارے گھر چار پانچ بھائی اکٹھے رہتے ہیں۔ ان کی بیویوں نے مرغیاں پال رکھی ہیں۔ کیا ان کے لیے جائز ہے کہ ان کا گوشت اور انڈے خود استعمال کریں، اپنے بچوں کو کھلائیں۔ دیور اور ساس سسر کو بالکل نہ دیں یا کم دیں؟ نیز دیور یا سسر کے لیے جائز ہے کہ ان کی مرغیاں ذبح کر کے اپنے مہمانوں کو کھلائیں؟ (ایک سائلہ۔ اڈا پھلور)

جواب: گھر کی عورتوں نے جو مرغیاں پال رکھی ہیں یہ ان کی ملک ہیں، وہ چاہیں انھیں خود استعمال کریں، اپنے بچوں کو کھلائیں، گھر کے دوسرے افراد کو کچھ نہ دیں یا کم دیں، انھیں ہر طرح اختیار ہے۔ اپنی ملک میں وہ جیسے چاہیں تصرف کریں۔ کسی کے لیے اعتراض جائز نہیں۔ مہمانوں کی آمد پر اگر کوئی مرد مرغی ذبح کرنا چاہے تو قیمتاً لے۔ مالک جب تک دل سے اجازت نہ دے، مرغی ذبح کرنا اور گوشت استعمال کرنا جائز نہیں۔

ولی نکاح:

سوال: خاوند اگر سخت مزاج ہو، بیوی کو مار پیٹ کرتا ہو تو بیوی کے لیے جائز ہے کہ بیٹی کا نکاح خاوند کی اجازت کے بغیر کر دے؟

(حافظ سعدیہ۔ گوجرانوالہ)

جواب: ولی نکاح والد ہے، اس کی اجازت کے بغیر بیٹی کا نکاح جائز نہیں۔ ہاں اگر والد بے دین ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ وہ لڑکی کا نکاح کسی فاسق اور بے دین سے کر دے گا تو پورے حالات اور بیٹی کی عمر لکھ کر جوابی لفافے کے ساتھ دوبارہ خط لکھیں۔

☆☆☆

نعمتوں والوں سے حسد

آئینہ گفتار

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

کچھ ماہ پہلے کی بات ہے، جب پاکستان کی ایک مشہور بزنس فیملی ''داؤد فیملی'' ایک سیاحتی دورے پر مشکل حالات کا شکار ہوئی تھی۔ اس وقت جب دنیا بھر میں افسوس کا اظہار کیا جارہا تھا، ہمارے ہاں فارغ بیٹھے کچھ غریب مفت خوروں کو یکا یک اپنی محرومیاں یاد آ گئیں اور اپنی غریبی و محرومیوں کا بدلہ وہ اس فیملی پر تنقید، تنقیص بلکہ بددعا کر کے لینے لگے کہ اتنا پیسہ ہے تو ملک کو کیوں نہیں دیا، ہم غریبوں کو کیوں نہیں دیا، ارے اچھا ہے مر ہی جائیں۔

یہ بددعائیں پڑھ کر ہم بھونچکارہ گئے تھے۔

ارے بھائی! آخر کوئی کیوں دے دے آپ کو اپنی محنت سے کمایا ہوا پیسہ؟

یہ خاندان تو ویسے بھی ملکی خزانے میں ٹیکس دینے کے ساتھ ساتھ بے شمار بڑے بڑے فلاحی ادارے بڑی خاموشی سے چلاتا رہا ہے، لیکن بالفرض اگر اپنی حلال کمائی سے وہ صرف زکوٰۃ ہی کی مد میں خرچ کریں، فلاحی کاموں میں اضافی خرچ نہ کریں تب بھی کسے یہ حق ہے کہ ان کے اپنی ذات پر خرچ کیے گئے اپنے ہی پیسوں پر اعتراض اٹھائے؟

یہ تو وہی بات ہوئی کہ آپ اپنے بچوں کو لاہور شہر دکھانے لے جائیں کہ اس کی استطاعت رکھتے ہیں تو کوئی آپ سے زیادہ غریب جس کے پاس لاہور جانے کی استطاعت بھی نہیں، جل کر کہنے لگے کہ بھئی بڑے پیسے آرہے ہیں، ہم غریبوں میں نہیں بانٹ سکتے تھے، اچھا ہے، مر جاؤ......؟

خیر آج ایک ایسا ہی جلا کٹا مضمون ایک صاحب کا اشاعت کے لیے ملا جس میں بلاتفریق تمام پیسے والوں کو کوسنے دیے گئے تھے۔

سچی بات ہے کہ غربت اور امیری بے شک خدائی تقسیم ہے، لیکن غنا کی مقابلے میں مفلسی سے پناہ مانگنا جو ہمیں سکھایا گیا ہے، اُس کی حکمت پر غور کرنا چاہیے۔

اور وہ حکمت ہے کفر سے بچنا۔

کفر جو مجموعہ برائی ہے، اس میں حسد، جلن، نفرت، کمینہ پن سب شامل ہیں۔

آخر کیا بات ہے کہ وہ مفلس جس کے پاس دل کا غنا نہیں ہوتا اور اسے بس دوسروں کو دیکھ کر کڑھنا آتا ہے، وہ دھیرے دھیرے نہایت کمینہ، جھوٹا، خوشامدی اور پشت پر وار کرنے والا ہوجاتا ہے......!؟

اگر یہاں تک پڑھ کر آپ برے برے منہ بنا رہے ہیں تو یہاں دو باتیں یاد رکھیے، یہاں فقرا کی بات نہیں ہو رہی۔

فقیر کو ہمارے ہاں بھکاری کا مترادف سمجھ لیا گیا ہے، جبکہ فقیر اصطلاح میں قناعت کی دولت سے مالا مال کو کہتے ہیں، جو توکل اور ریاضت کی زندگی اختیاری طور پر اپناتا اور درویش کہلاتا ہے۔

اِن خدا مستوں، درویشوں کے پاس غنا کی وہ دولت ہوتی ہے کہ دنیا کے تمام مالدار مل کر بھی اس کا پاسنگ نہیں ہوسکتے۔

اور دوسری بات یہ کہ ہم یہ ہرگز نہیں کہہ رہے کہ پیسے والوں میں اخلاقی برائیاں نہیں ہوتیں، ہوتی ہیں لیکن اِس طبقے کی برائیوں کی نوعیت الگ ہوتی ہے، جو اس وقت زیر بحث نہیں، مگر غریبی اگر جہالت کے ساتھ دو تین نسلوں تک رہ جائے تو پھر وہ ایسی کمینگی کو جنم دیتی ہے جس کا سفاک مظاہرہ ہم آئے دن دیکھتے رہتے ہیں۔

بھئی یہ تو خدائی تقسیم ہے اور خدائی تقسیم پر راضی رہنا سیکھنے کی چیز ہے۔

ویسے بھی دُور سے سب پیسے والے غریب عوام کو عیش میں لگتے ہیں، کیونکہ عوام کے مسائل عموماً پیسے سے جڑے ہوتے ہیں، اِس لیے انھیں لگتا ہے کہ جن کے پاس مال و دولت کے صندوق بھرے ہوئے ہیں، وہ بہت مزے میں ہیں۔

لیکن ایسا بالکل بھی نہیں ہے۔

اگر کبھی کوئی پیمانہ ایسا ایجاد ہوجائے، جس میں کیفیات و جذبات یعنی خوشی، غمی، پریشانی، راحت وغیرہ ناپے جاسکیں تو دیکھنے والا دیکھے گا کہ بلاتفریق امیر غریب، کم و بیش ہر ایک کا پیمانہ ایک سا رہے گا۔

یہ خدائی تقسیم ہے اور ایسی شاندار اور حکمت بھری تقسیم کہ ہر ایک کو جو خوشی و غم اور راحت و پریشانی میں سے حصہ ملا ہے، اسے وہی اپنے مقام پر سہار سکتا ہے، دوسرا نہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کسی نفس پر اس کی استعداد سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔

سو ایک کی آفت اور خوشی، کسی دوسرے کو دے دی جائے تو وہ سہار نہ سکے گا۔

اِس لیے ہمیں اور دوسروں کو جو کچھ ملا ہے، اس تقسیم پر ہمیں راضی برضا رہنا چاہیے اور اگر ہمیں یقین بھی ہو کہ دوسروں کے بالمقابل ہمارا پیمانۂ غم کچھ زیادہ بھرا ہوا ہے تو آخرت بھی تو ہے ناں، توشۂ صبر اگر ہم نے ساتھ رکھا ہو تو وہاں اس ہمیشہ کی زندگی میں ساری حسرتیں پوری ہوجائیں گی، سو پھر کیا غم ہے......!؟

والسلام
مدیر مسئول محمد فیصل شہزاد

مدیر اعلیٰ : مفتی فیصل احمد
مدیر : انجینئر مولانا محمد افضل احمد خان
مدیر مسئول : محمد فیصل شہزاد

''خواتین کا اسلام'' دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983 ای میل: fayshah7@yahoo.com

انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk سالانہ زرِ تعاون: اندرون ملک 1500 روپے، بیرون ملک ایک میگزین 22000 روپے، دو میگزین 25000 روپے

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر خواتین کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

زیتون اور کیکٹس کی کہانی

نایاب حسن

''جہاں بھی آپ کیکٹس دیکھیں، سمجھ جائیں کہ اس جگہ ایک فلسطینی گاؤں تھا۔''

اگر آپ کبھی مغربی کنارے کا سفر کریں تو لوگ بکثرت آپ کو یہ بات بتاتے ہیں۔

اسرائیل اس خطے کی زمین کو سپاٹ اور سخت بنانے کے لیے کئی دہائیوں سے فلسطینی دیہاتوں اور شہروں کو ختم کر رہا ہے، انھیں بلڈوز کر رہا ہے اور مٹا رہا ہے؛ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اس زمین پر پھر کیکٹس اُگ جاتا ہے اور بڑھتا رہتا ہے۔

غاصب ظالم سرزمین انبیاء کی زمین اور مٹی کو تباہ کرنے اور اپنی بستیاں بسانے کی کتنی ہی کوششیں کر لے، مزاحمت کرنے والے سخت جان کیکٹس پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں۔

میری ایک سہیلی ابھی وہاں سے میرے لیے ایک تحفہ لے کر آئی ہے۔

مغربی کنارے کے اپنے گاوں سے مقامی طریقے سے نچوڑا گیا زیتون کا تیل۔

کہنے لگی: ''جو تیل تم دکانوں سے خریدتے ہو، اسے بھول جاؤ، ہم اپنے گاؤں میں خود زیتون کا تیل تیار کرتے ہیں۔''

وہاں کے لوگ زیتون کو پتھر کی چکیوں پر مسلتے یا پیستے ہیں اور تیل نکالنے والی مشینوں پر زیتون کو مسلنے کے لیے صاف ستھرا اسٹرا بیگ استعمال کرتے ہیں۔

زیتون کا تیل نکالنے کا یہ طریقہ سو، دو سو برسوں سے نہیں زمانہ قدیم سے ان کے ہاں رائج ہے۔ شاید یہ طریقہ زیتون کے درخت جتنا ہی قدیم ہے۔

وہ زمین سے زیتون کی پیداوار حاصل کرتے ہیں، اسے اچھی طرح مسلتے اور نچوڑتے ہیں اور اس کے نتیجے میں انھیں خالص سبز سونا حاصل ہوتا ہے۔ زندگی بھر کام آنے والی ایک شفا بخش دوا!

فلسطین میں ہر چیز کا جواب ''ذرا سا تیل استعمال کرلو'' ہے۔

بھوک لگی ہے؟

زیتون کے تیل سے روٹی کھالو۔

بیمار ہو؟

زیتون کے تیل سے مالش کرلو۔

طبیعت بوجھل ہے اور بہتر محسوس کرنا چاہتے ہو؟

تو روئے زمین جتنی قدامت کا حامل یہ تیل تمھاری مدد کر سکتا ہے۔

زیتون کے یہ درخت، صرف درخت نہیں ہیں، یہ فیملی ممبر ہیں۔ یہ آپ کو غذا فراہم کرنے، بیماری سے شفا بخشنے اور آپ کا خیال رکھنے کے لیے ہر لحمہ موجود ہیں۔

ایسے فیملی ممبر کو تباہ کر کے کوئی اُس زمین پر قبضہ کیسے کر سکتا ہے؟

یہی وجہ ہے کہ یہ درخت اس سے متفق نہیں ہیں اور کیکٹس تو یقینی طور پر اس سے متفق نہیں ہیں۔

شاید ہم نے یہ سب غلط سمجھا ہو، ہو سکتا ہے کہ محض زیتون کے درخت فلسطینی ورثے کی توسیع نہ ہوں، ہو سکتا ہے کہ فلسطینی خود اس روئے زمین کی توسیع ہوں۔ وہ بھی تو درختوں کی ہی طرح ہیں، تم انھیں شکست دے سکتے ہو، ان پر دباؤ ڈال سکتے ہو، تم انھیں مسل سکتے ہو اور ان پر آخری حد تک ظلم و زیادتی کر سکتے ہو؛ مگر اس سب کے باوجود وہ مرتے نہیں ہیں، جیسے زیتون کا پھل مسلے اور پیسے جانے کے بعد انسانوں کے لیے شفا بخش سبز سونا پیدا کرتا ہے، اسی طرح ان فلسطینیوں کی شہادت سے لاکھوں امیدیں جنم لیں گی اور اُن کا دردانجام کار ہم سب کے لیے شفا بخش دوا ثابت ہوگا۔

یاد رکھو، اگر تم انھیں جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کرو گے، تو بھی وہ ختم نہیں ہوں گے، تمھیں بھلے ہی ایسا لگے کہ وہ ختم ہو گئے؛ مگر فی الحقیقت ایسا نہیں ہے، وہ تو کیکٹس کی طرح واپس آجاتے ہیں، تمھاری نفی کرنے کے لیے، تمھارے خلاف مزاحمت کرنے کے لیے، تمھاری زیادتیوں کا مقابلہ کرنے اور تمھیں پیچھے دھکیلنے کے لیے۔

یاد رکھنا، وہ وہاں قیامت تک رہنے کے لیے ہیں! ☆☆☆

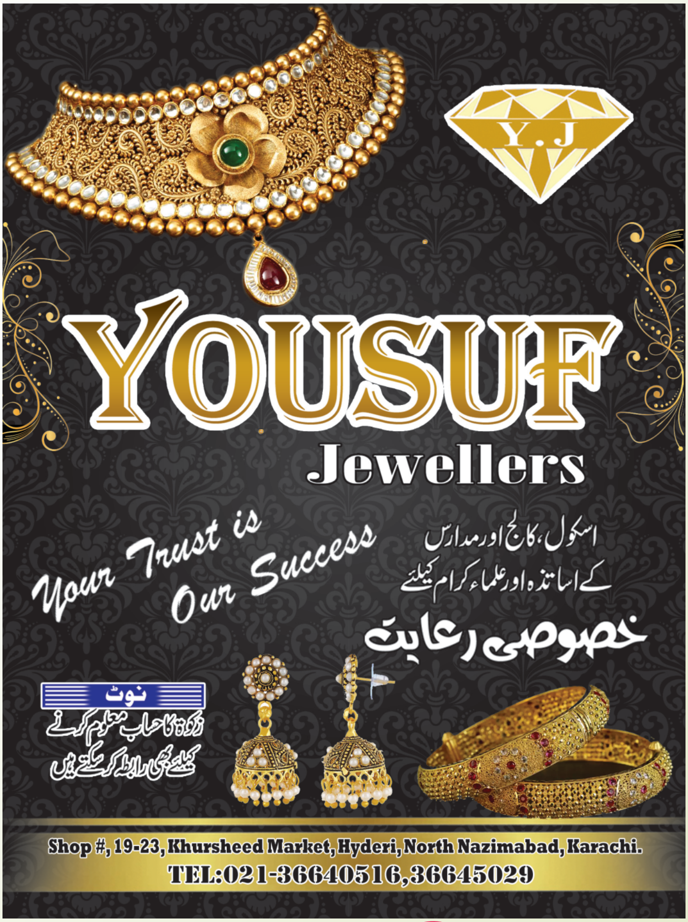

بھنور

ام محمد سلمان۔کراچی

یوں تو دسمبر کی اِس ٹھنڈی رات میں اسے اپنے کمرے میں گرم کمبل میں لپٹ کر بیٹھنا چاہیے تھا، مگر طبیعت میں کچھ ایسا اضطراب تھا کہ وہ آدھی رات کو چمن میں آ بیٹھی تھی۔ نیم کے درخت کے تنے کے ساتھ ملحق پتھر کی بینچ پر بیٹھتے ہی ٹھنڈک کی ایک لہر سی اس کے بدن میں اتر گئی۔

رات کی رانی کی مہک فضا میں رچی بسی تھی، چودھویں کا چاند اپنے جوبن پر تھا مگر جب دل میں درد کے الاؤ جلتے ہوں تو باہر کے موسموں کی پروا کب رہتی ہے......!

سرد ہوا کے جھونکے بار بار اس کے وجود سے ٹکرا رہے تھے۔ مخمل کی شال سر سے سرک کر کاندھوں پر آ گری تھی مگر وہ اس وقت شاید تمام احساسات سے بے نیاز تھی۔

سامنے قطار میں لگے ناریل کے درختوں کے پتے ہوا سے سرسرا رہے تھے۔ فضا میں عجیب سا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ جب دل اداس پریشان ہو تو فضا بھی سوگوار ہی لگتی ہے۔

رابعہ نے ایک گہرا سانس لیا اور نیم دراز ہو گئی۔

پچھلے کچھ دنوں سے ہونے والے مسلسل واقعات نظروں میں گھوم رہے تھے اور وہ غم سے نڈھال سوچ رہی تھی کہ کاش! کوئی تو ایسی ہستی ہوتی جو میرے دل کی بات سمجھتی، میرے آنسو پونچھتی، میری پلکوں پہ ٹکے اِن موتیوں کو اپنے پوروں سے چن لیتی......اور پھر کہتی:

”غم نہ کرو رابعہ! سب ٹھیک ہو جائے گا ان شاءاللہ، میں ہوں ناں تمھارے ساتھ، میں دعا کروں گی تمھارے لیے۔“

اور اس کے ساتھ ہی اماں جانی کا شفیق مہربان چہرہ اس کے تصور میں سما گیا۔

یہ تصور گہرا اور گہرا ہوتا چلا گیا اور وہ اس کے سامنے، اس کے بالکل قریب آ گئیں۔

”اماں! آپ کہاں چلی گئی تھیں؟“

”اماں! مجھے آپ کی ضرورت ہے، بہت ضرورت ہے، مجھے آپ سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں، میرے دل پہ بہت بوجھ ہے بہت سارا بوجھ۔“

ماں کے شفیق بازو آگے بڑھے اور دونوں ہاتھوں سے بیٹی کا غمگین چہرہ تھام لیا اور اس

نے بے قراری سے اُن نرم گرم ہاتھوں کو چوم لیا۔
”مجھے بتاؤ ناں بیٹی! کیا بوجھ ہے تمھارے دل پر؟ میں تمھاری سب باتیں سنوں گی۔“
”اماں! ایک بات بتایئے، کیا ہر بیٹی کے نصیب ماں جیسے ہوتے ہیں؟“
”ایسا کیوں کہہ رہی ہو میری جان!؟“
انھوں نے محبت سے استفسار کیا۔
”اماں جانی! مجھے اپنے بچپن کے وہ سب لمحے یاد ہیں جب جب میں نے آپ کو بابا جان کی وجہ سے روتے سسکتے دیکھا، بابا جان نے آپ کو بہت دکھ دیے تھے ناں؟“
اس نے تائیدی نظروں سے ماں کو دیکھا۔
”اماں! لوگ کہتے ہیں دنیا مکافات عمل ہے، جو دوسروں کے ساتھ برا کرتا ہے اس کے ساتھ بھی ویسا ہی ہوتا ہے اور...... اور لوگ یہ بھی کہتے ہیں اماں کہ جو دوسروں کی بیٹیوں کو دکھ دیتے ہیں تو آگے چل کر اُن کی بیٹیاں بھی دکھ اٹھاتی ہیں۔ پتا ہے اماں! کبھی کبھی مجھے ایسا لگتا ہے میں اُن دکھوں کا بھگتان بھگت رہی ہوں جو بابا جان نے آپ کو دیے، آپ کے آنسوؤں کا حساب چکا رہی ہوں میں، لیکن اماں یہ کیسا دستور ہے؟ بھلا جو غلطیاں میں نے کی ہی نہیں، ان کی سزا میں کیوں بھگتوں؟ اور اگر یہ سزا بابا جان کے لیے ہے تو وہ کب دیکھ رہے ہیں مجھے؟ میری خلوتوں کے آنسو میرے دل اور روح پر لگے زخم انھیں کیسے نظر آئیں گے؟ اماں جانی آپ آپ پلیز بابا جان کو معاف کر دیں ناں، معاف کر دیں انھیں تاکہ میری سزا ابھی ختم ہو جائے۔
پتا ہے اماں ایک دن شہرین یہیں تھی میرے پاس جب ہانیہ کے بابا انتہائی غصے میں ہم پر گرج برس کر چلے گئے تو شہرین کہہ رہی تھی تم دیکھنا رابعہ! جب اس کی اپنی بیٹی کو کوئی ستائے گا تب اس کی آنکھیں کھلیں گی، جب اس کے اپنے دل پر چوٹ پڑے گی تو پتا چلے گا دکھ کیا ہوتا ہے تو پتا ہے اماں؟ میں اندر تک کانپ گئی تھی کہ اللہ نہ کرے میری بیٹی، میری ہانیہ کا نصیب بھی میرے جیسا ہو۔ اللہ نہ کرے اسے وہ دکھ ملیں جو میں نے اٹھائے، وہ محرومیاں جن کا کرب میں نے جھیلا، کبھی اس کا مقدر بنیں۔ اللہ تعالی میری بیٹی کو ہر امتحان ہر آزمائش سے محفوظ رکھے۔“
”نہیں میری بچی! ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ بے شک مکافات عمل ہے لیکن کوئی کسی دوسرے کے اعمال کی سزا نہیں بھگتتا، نہ کوئی دوسرا کسی کے اعمال کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ جس نے بھی ظلم و زیادتی کی ہے وہ خود اُس کی سزا بھگتے گا، کوئی دوسرا نہیں۔ یہ تو سب کا اپنا اپنا نصیب ہے بیٹی۔“
”اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ اماں جانی آپ کو پتا ہے ناں شوہر کی ناقدری کیسے عورت کو مار دیتی ہے۔ اسے تل تل مرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اماں جانی! آپ سے بہتر کون جانے گا کہ عورت کیسے اِن دکھوں کی عادی ہو جاتی ہے، اپنے نصیب کا لکھا سمجھ کر چپ سادھ لیتی ہے۔ بس خاموشی سے چلتی چلی جاتی ہے، چاہے اِس راہ پر کتنے ہی کانٹے چبھتے رہیں، آبلے پڑتے، پھٹتے رہیں، اُن میں خون رِستا رہے تو کیا ہوا؟ عورت کو تو سب برداشت ہی کرنا ہوتا ہے ناں، گھر جوڑ کر سینت سینت کر رکھنے کے لیے۔“
”ہاں بیٹی! گھر عورت کے صبر ہی سے قائم رہتے، پھلتے پھولتے ہیں۔ برگ و بار لاتے ہیں۔“
انھوں نے انتہائی شفقت اور متانت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔
”لیکن اماں جانی! اب میں بہت تھک گئی ہوں برداشت کرتے کرتے، بہت نڈھال ہو گئی ہوں۔ مجھے سکون چاہیے، تنہائی چاہیے۔ میں سونا چاہتی ہوں ایک لمبی نیند سونا چاہتی ہوں بس۔ احتشام نے میرا بہت دل دکھایا ہے اماں! وہ کیوں ہر کسی کے سامنے گھر کی باتیں لے کر بیٹھ جاتے ہیں، وہ ہر وقت مجھے برا بنا کر ہی کیوں پیش کرتے ہیں؟ کیوں بات بات پر دوسروں کے سامنے میری تذلیل کرنا ضروری سمجھتے ہیں؟ میری ایک ایک بات پر نکتہ چینی کرتے ہیں، مجھ میں ہزاروں عیب نکالتے ہیں۔ اماں جانی! یہ ہمارے معاشرے میں بیوی کو پاؤں کی جوتی کیوں سمجھ لیا جاتا ہے؟ اُس کی عزتِ نفس کو کچلنا کیوں ضروری سمجھا جاتا ہے؟ اماں! میں کتنی کوششیں اور دعائیں کرتی ہوں کہ بات بگڑنے نہ پائے لیکن نجانے کیوں میری کاوشیں بار آور نہیں ہوتیں؟ یہ دکھ، یہ کرب، یہ آنسو، یہ تڑپ، یہ غصہ کیا یہی میری کوششوں کا صلہ ہے؟ مجھے صبر کا پھل کیوں نہیں ملتا اماں جانی کیوں نہیں ملتا......!؟“
وہ ماں کے آنچل میں منہ چھپائے سسک پڑی۔
”کوشش کا صلہ ضرور ملتا ہے میری جان! یہاں نہ ملا تو آخرت میں ملے گا۔ ضروری نہیں ہے کہ دنیا میں کی گئی ہماری ہر کوشش کا نتیجہ ہماری توقع کے عین مطابق ہو۔ کبھی محنت وصول ہو جاتی ہے اور کبھی بظاہر ضائع ہوتی نظر آتی ہے۔ انسان کوششیں کر کر کے تھک جاتا ہے مگر حالات ٹھیک ہونے کا نام نہیں لیتے، تب صبر کرنا چاہیے بیٹی! یہ جان لینا چاہیے کہ رب کی مرضی ابھی یہی ہے۔ بندے کو سرِ تسلیم خم کر دینا چاہیے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے ناں وہ ہمیں آزمائے گا جیسے وہ ہمارے پیاروں کو اپنے پاس بلا کر ہمیں جدائی کے درد سے آزماتا ہے، بالکل ویسے ہی کبھی کبھی ہماری کاوشوں کو بے ثمر کر کے بھی آزماتا ہے، تو غم نہ کرو میری بیٹی! جو یہاں نہیں ملا وہ آخرت میں ملے گا اور بہت بڑھ کر ملے گا، ضرور ملے گا۔“
”آپ کی ساری باتیں ٹھیک ہیں اماں! لیکن میرے دل

جو چاہو خلق میں محبوب ہو تم

ام حجو نیوری

جو چاہو خَلق میں محبوب ہو تم
تو غصے سے نہ پھر مغلوب ہو تم
تواضع کا ہنر مطلوب ہے تو
نگاہِ خیش میں معیوب ہو تم
یہی عز و شرف کافی ہے تم کو
کہ اک خاوند سے منسوب ہو تم
حقیقت اپنی پہچانو خدارا
فقط طالب نہیں مطلوب ہو تم
دلِ خاوند کی بن جاؤ ٹھنڈک
کہ شیریں دلنشیں مشروب ہو تم
کبھی غیروں کے رستے پر نہ چلنا
کہیں ایسا نہ ہو مغضوب ہو تم
تمھیں کہتی ہے دنیا بنتِ مشرق
جبھی شرم و حیا میں خوب ہو تم
تمھاری قدر ہے مردوں کے ذمے
یقیناً نعمتِ موہوب ہو تم

☆☆☆

میں بہت اضطراب ہے، ایک مدوجزر کی سی کیفیت ہے۔ وہ بار بار مجھے ستاتے ہیں پھر معافی مانگ کر منا لیتے ہیں اور پھر وہی سب کچھ دوبارہ سہ بارہ کرتے ہیں۔ وہ جب چاہیں مجھے رلائیں جب چاہیں ہنسائیں، کوئی ان کی خبر کیوں نہیں لیتا اماں؟ شوہر کوئی ایسی عظیم ہستی ہے جس کا کوئی علاج نہ ہو؟ اماں جانی! میں کوئی چابی کی گڑیا ہوں، روبوٹ ہوں جس کے کوئی احساسات نہ ہوں؟ میں تنگ آ گئی ہوں اس آنکھ مچولی سے۔ زندگی ایک تماشا بن کے رہ گئی ہے۔ میں اس بدزبانی، بدکلامی، طعن و تشنیع سے تنگ آ گئی ہوں۔ اماں! میں ہر بار انھیں معاف کر کے دل صاف کر لیتی ہوں مگر اس بار ایسا نہیں کروں گی، اب معاف نہیں کروں گی چاہے کچھ بھی ہو جائے۔''

وہ بہت قطعیت سے بولی تھی۔

''شکر کرو کہ تمھارا شوہر معافی تو مانگتا ہے، وہ اپنی غلطی کو تسلیم کرتا ہے تبھی تو معافی مانگتا ہے، جو کبھی غلطی تسلیم ہی نہ کرے اور دل میں کر بھی لے تو معذرت طلب کرنا اپنی شان میں کمی سمجھے، اس کے بارے میں سوچو ذرا!''

اور وہ کانپ کر رہ گئی۔ بے ساختہ اس کے سامنے اپنے بابا کی شبیہ لہرائی تھی۔

''معاف کرنا اور بار بار معاف کرنا تو ہمارے رب کی سنت ہے بیٹا اور ہمارے معاشرے کی عورت کا حسن بھی! عورت بڑی سے بڑی غلطی خود ہی معاف کر کے سب کے لیے آسانیاں پیدا کر دیتی ہے۔ معاف کرنے کی اِس خوبی کو چھوٹا نہ سمجھو، اسے اپنی کمزوری نہ سمجھو، یہ تو اللہ میاں کا تحفہ ہے جو اس نے تمھیں دیا ہے۔ اس کے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک اور عمومی سنت ہے کہ وہ سب کو معاف کر دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت پر رکھا ہے بیٹی! یہ کم بڑی بات ہے؟ بس تم ہر بار چوٹ لگنے پر صبر کر لیا کرو۔ معاف کر دیا کرو، یاد ہے ناں کہ صبر کرنے والوں کے لیے خوشخبری سنائی گئی ہے۔ تو بس تم یہ سوچ کر صبر کر لیا کرو کہ کوئی بہت بڑی خوش خبری ہے، کچھ ہے جو بہت اعلیٰ وارفع ہے جو تمھارا رب تمھیں دینا چاہتا ہے۔ کیا تم لینا نہیں چاہتیں؟''

انھوں نے نرمی سے پوچھا اور رابعہ ایک دم چونک گئی۔

''لینا چاہتی ہوں اماں! کیوں نہیں لینا چاہتی، مگر کچھ نظر تو آتا نہیں۔''

وہ پھر یاسیت میں ڈوب گئی۔

''میری بچی! یہی تو ہم لوگوں کا مسئلہ ہے، دنیا سامنے ہے تو سارا انعام سارا صلہ بھی یہیں لینا چاہتے ہیں، آخرت آنکھ سے اوجھل ہے تو اس کی اہمیت بھی اتنی نہیں رہتی۔ اِس دنیا میں پریشانیاں آئیں گی میری جان! یہ دنیا کسی کے لیے جنت نہیں بن سکتی مگر آخرت کی وہ جنت حقیقت ہے، وہ کوئی خواب نہیں۔ مومن بندوں کا انعام ہے، ضرور ملے گی۔ بس تھوڑا انتظار چاہیے، تھوڑی ثابت قدمی چاہیے۔ استحکام، استقلال اور مسلسل کوشش ابدی خوشیوں اور کامیابیوں کا راز ہے۔ اس دنیا سے حق و صداقت کے ساتھ گزرنا بہت مشکل ہے بیٹی! لیکن آخرت کا مضبوط تصور، وہ مضبوط سہارا اور بہترین زادِ راہ ہے جو اس مشکل سفر کو آسان بنا دیتا ہے۔ کبھی تھک کر مت بیٹھنا میری جان! بیٹھو بھی تو دوبارہ تازہ دم ہونے کے لیے، اللہ رب العزت تمھاری راہیں آسان کرے۔''

انھوں نے محبت سے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور بس رابعہ کی آنکھ کھل گئی۔

مخملیں شال کندھے سے سرک کر آدھی نیچے گر چکی تھی۔

وہ یوں ہی آنسو بہاتے، مرحومہ ماں کے تصور سے باتیں کرتے شاید سو گئی تھی اور خواب کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

ماں کے لفظوں کی چاشنی ابھی تک کانوں میں رس گھول رہی تھی۔

''کوئی بات نہیں، مجھے ہمت کرنی چاہیے۔ اماں جانی صحیح کہہ رہی تھیں، ابھی سب کچھ ٹھیک ہونے کا وقت نہیں آیا شاید، جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے مجھے اس گرداب سے نکال دیں گے۔ اللہ میاں کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں۔ اچھے دن ضرور آئیں گے ان شاءاللہ تعالیٰ بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے اور سب سے بڑھ کر میرا رب میرے ساتھ ہے۔''

اس نے سوچا اور پرسکون ہو کر اپنے بستر پر جا کر سو گئی۔

رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی۔

چاند بھی اپنا سفر کرتا رہا۔

☆☆☆

شرابِ کُہن پھر پلا ساقیا

علامہ اقبالؒ

شرابِ کُہن پھر پلا ساقیا
وہی جام گردش میں لا ساقیا!
مجھے عشق کے پَر لگا کر اُڑا
مری خاک جگنو بنا کر اُڑا
خرد کو غلامی سے آزاد کر
جوانوں کو پیروں کا استاد کر
ہری شاخِ مِلّت ترے نم سے ہے
نفَس اس بدن میں ترے دَم سے ہے
تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دلِ مرتضیٰؓ، سوزِ صدیقؓ دے
جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے
مرا عشق میری نظر بخش دے

حیوانی نظام

بھوک اور افلاس سے شہر کے شہر تباہ ہو جاتے ہیں مگر سرمایہ داروں کی جیب سے کسی بھوکے کی بھوک مٹانے کے لیے ایک دمڑی بھی نہیں نکلتی۔ قدیم اور نایاب تصویریں، کتبے اور دوسرے اور بے جان ظروف کے لیے وہ کروڑوں خرچ کر دیتے ہیں لیکن ایک انسان کی قیمت ان کے نزدیک ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہوتی۔ صدیاں گزر جانے کے بعد جب بھوک اور آفت سے تباہ حال ان شہروں کی کھدائی کی جاتی ہے تو وہاں سے ملنے والی ایک سوئی یا ایک انگوٹھی بھی تاریخی حیثیت اختیار کر لیتی ہے اور ایک ایک تصویر لاکھوں ڈالرز میں فروخت ہوتی ہے۔ یہ انسان کے ساتھ مذاق نہیں تو پھر کیا ہے؟

وہ زندہ تھا تو روٹی کے لیے ترستا رہا اور جب بھوک اور افلاس سے شہر کے شہر تباہ ہو گئے، جب راکھ اڑ گئی تو بچی کھچی اشیاء کی قیمت بھی لاکھوں میں ہے۔ کیا انسان کی یہی حیثیت ہے؟ اگر نہیں تو پھر جیتے جی غربت اور بھوک میں ایک انسان کی مدد کیوں نہیں کی جاتی......!؟ (مسز غوثیہ جمیل۔ میرپور خاص)

آپ کی صحت

ڈاکٹر اُمّ محمّد

س: باجی صاحبہ! میری عمر بیس سال ہے اور مجھے ایام میں بے قاعدگی کا مسئلہ ہے اور بہت لمبے عرصے سے ہے۔اس کے ساتھ غیر ضروری بالوں کا مسئلہ بھی ہے۔میرا وزن بھی اسی وجہ سے بہت بڑھ رہا ہے۔میں نے بہت مہنگے لیزر بھی کروائے ہیں مگر کوئی فرق نہیں پڑا۔میں اپنی ہارمونز کی رپورٹ بھی بھیج رہی ہوں۔ (ا،ع۔ساہیوال)

ج: محترمہ ا۔ع صاحبہ!

بیٹا! اصل وجہ ایام کی خرابی ہے، جب تک یہ ٹھیک نہیں ہوں گے آپ کے غیر ضروری بال ختم نہیں ہوں گے۔ ہارمونز کی خرابی کی وجہ سے وزن بھی بڑھتا ہے۔ آپ دوا Absotinium 30 اور Ashoka 30 کے 4-4 قطرے دن میں چار مرتبہ لیں۔اس کے ساتھ Calc.Carb Im کے 4-5 قطرے رات میں ایک چمچ پانی میں ملا کر لے لیا کریں۔اس کے ساتھ آپ ہومیو پیتھک کی کریم Ollium Clean cream روزانہ رات میں چہرے پر لگالیا کریں۔ہارمونز کی دوا کے ساتھ ساتھ یہ کریم لگانے سے ان شاء اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ بال ختم ہوجائیں گے۔ویکس یا لینرز سے مسام بھی کھل جاتے ہیں۔دو ماہ میں آپ کو کافی نمایاں فرق محسوس ہوگا۔

صرف جواب:

محترمہ بنت مہک صاحبہ!

بیٹی! یہ اتنی مہلک بیماریاں تو نہیں کہ آپ پریشان ہوں اور احساسِ کمتری کا شکار ہوں، ورنہ آپ چاہیں تو کسی گورنمنٹ اسپتال میں ایک دن گزار کر دیکھیں تو آپ کو پتا لگے گا کہ بیماری کسے کہتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ سب پر اپنا فضل فرمائیں۔(آمین)۔آپ دوا Jodeem Im ہر ہفتے صرف رات میں ایک بار 4-5 قطرے لے لیا کریں۔اس کے ساتھ لیکوریا کے لیے Borista 30 اور Cimicifuga 30 کے 4-4 قطرے دن میں تین مرتبہ لیں۔لیکوریا کی وجہ سے بھی بہت کمزوری ہوجاتی ہے اور جلد بھی مرجھا سی جاتی ہے۔She fair cream بھی اچھی فیس کریم ہے مسلسل استعمال کرسکتی ہیں۔ دانے بھی ٹھیک ہوجائیں گے اور رنگت بھی ان شاء اللہ ٹھیک ہوجائے گی۔

صرف جواب:

محترمہ مسز عبداللہ صاحبہ!

دانتوں کے امراض کا علاج کرنے کے لیے معدے کا نظام بھی دیکھا جاتا ہے۔ معدے کی تیزابیت بھی اس کی وجہ ہوسکتی ہے۔ آپ دوا Hakla lava 3x یہ دوا لے کر اس کی تمام گولیوں کو پاؤڈر کی طرح پیس کر رکھ لیں۔صبح اور رات دو مرتبہ انگلی کی مدد سے مسوڑھوں اور دانتوں پر اچھی طرح مساج کریں۔اگر تھوک آئے تو تھوک دیں۔پانی سے ایک گھنٹے تک کلی نہ کریں، نہ ہی کوئی غذا لیں۔ان شاء اللہ اس دوا سے آپ کے دانتوں کا انیمل ٹھیک ہوجائے گا۔انیمل ٹوٹ جاتا ہے تو ٹھنڈا گرم یا کھٹا میٹھا دانتوں پر لگتا ہے۔ ہر بار وضو کے وقت مسواک کے استعمال کی عادت بنائیں۔

صرف جواب:

محترمہ ثمرین خان!

ملیریا، ٹائفائیڈ، یرقان جیسے امراض کے بعد جسم کا مدافعتی نظام کمزور ہوجاتا ہے۔ہاضمے پر اسی وجہ سے اثر پڑا ہے۔آپ روزانہ صبح ایک چمچ شہد اس پر تھوڑا سا دار چینی کا سفوف چھڑک کر استعمال کریں۔ اس کے ساتھ آپ دوا Hydrostis30 اور Nux.Muscala30 کے 4-4 قطرے دن میں چار مرتبہ استعمال کریں۔سبزیوں کا استعمال زیادہ کریں۔کھانا کھانے کے ½ گھنٹہ بعد تک پانی بالکل نہیں استعمال کریں۔ پالک، مسور کی دال، گائے کا گوشت، تلی ہوئی اشیا سے پرہیز کریں۔

ملاحظہ: جو خواتین آن لائن علاج کروانا چاہیں وہ مندرجہ ذیل نمبر پر رابطہ کرسکتی ہیں:(0300-9213888)

اپنے پیاروں سے ملتے رہیے

فلزا وسیم۔ کراچی

سال کی ابتدائی تاریخوں میں مجھے اس کے فون کال یا پیغام کا انتظار رہتا ہے۔ وہ میری اسکول کے وقت کی سہیلی ہے۔ بہت اچھی سچی، کھری اور مخلص سہیلی۔ آج بھی مجھے وہ بے طرح یاد آئی۔ کچھ گھنٹوں بعد میرے واٹس ایپ نمبر پر اس کا پیارا سا پیغام پھولوں اور دعائیہ کلمات سے بھرپور موصول ہوا۔

خاص خاص مواقع پر وہ مجھے دعائیہ کلمات بھیجتی تھی اور میں اسے۔ عید، رمضان، نیا سال اور عمر عزیز کے گزرے برسوں کی گنتی کا دن۔ میں اسے یاد رکھتی اور وہ مجھے۔

اُس کے سب بہن بھائیوں کی شادیاں ہو چکی تھیں۔ حتیٰ کہ ان کے بچے بھی اب اسکول، کالج جانے لگے تھے۔ وہ خوش شکل، پڑھی لکھی، سمجھ دار اور بہت خوش اخلاق تھی، مگر رب کی حکمت رب ہی جانے کہ ابھی تک رشتۂ ازدواج میں نہ بندھ سکی تھی۔

میں اکثر فون پر اس سے کہتی تھی کہ تم پریشان مت ہو، اللہ رب العزت نے یقیناً تمھارے لیے کچھ بہت اچھا فیصلہ کر رکھا ہے۔ تم دیکھنا وہ تمھیں بہت نوازے گا۔ نہ اس کے گھر دیر ہے نہ اندھیر، بس ہر کام ہر چیز اپنے مقررہ وقت پر ہی ہوتی ہے۔

خیر جواب میں شکریہ کا پیغام بھیج کر میں نے اسے لکھا کہ مجھے تم بہت یاد آ رہی ہو۔ بہت دل چاہتا ہے کہ تم سے ملوں، پورا دن ہم ساتھ گزاریں، کیا ایسا ممکن ہے؟

میرے پیغام کے جواب میں اس کی کال آ گئی۔ ”تم کہہ رہی ہو کہ ملنے کو دل چاہ رہا ہے تو بس خدا نے وسیلہ بنا دیا ہے۔ تم آنے کی تیاری کرو کیونکہ میں بہت جلد پیا دیس جانے والی ہوں۔“

میرے لیے یہ بڑی خوش خبری تھی، بے ساختہ دل سے نکلا: ”خدا نصیب اچھا رکھے۔“

کچھ لمحوں کے لیے تو اظہارِ تشکر کے لیے میرے الفاظ گڈ مڈ ہو گئے۔ فون پر محض مبارک باد کے لیے الفاظ کا تبادلہ ہوا اور فون بند ہو گیا۔

اب مجھے سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ میں اپنی پیاری سہیلی کے لیے ایسا کون سا تحفہ منتخب کروں جو میری تمام کوتاہیوں اور کمزوریوں کا مداوا بن کر اسے ہمیشہ مجھ سے جوڑے رکھے۔

۱۵ سال سے میں اس سے ملنا چاہ رہی تھی مگر ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے وقت نہ نکال سکی تھی۔ بہر حال فون پر بہت جلد ملنے کا پروگرام طے ہوا۔

شادی ایک ماہ بعد تھی اور میں یہ سوچ رہی تھی کہ مجھے کب اور کیسے اس سے ملنے جانا ہے اور اس سے کتنی باتیں کرنی ہیں؟ پندرہ سال سے جمع شدہ باتیں۔ اپنے طور پر تحفہ بھی سوچ کر لیا اور جانے کا دن بھی۔

☆......☆

مجھے یاد ہے کہ جب کئی سال تک میری کسی سے دوستی نہ ہوئی، کسی سے طبیعت و عادات

مگر وہ تو...... بھابی...... ہے ناں!

بنت نجم الدین

”یہ کس کا سوٹ ہے رنگ بھی بہت پیارا اور پرنٹ بھی بہت اچھا ہے۔“

”یہ میری بھابی کا سوٹ ہے۔“

سفینہ نے تار پر پھیلاتے ہوئے صفیہ کو جواب دیا تو صفیہ نے حیرت سے اسے دیکھا:

”بھابی کے کپڑے بھی تم دھوتی ہو؟“

”ہاں تو کیا ہوا؟“ سفینہ نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

”لیکن کیوں؟ وہ خود دھوئیں نا۔“

سفینہ ناگواری سے بولی۔

”تمھاری بھابی خود دھوتی ہیں؟“

سفینہ نے اسی سے پوچھا۔

”ہاں، بھلا اور کون۔“

صفیہ نے ادائے بے نیازی سے کہا۔

”باقی سب کے کپڑے کون دھوتا ہے؟“

سفینہ نے اس کے جواب پر ایک اور سوال داغ دیا۔

”باقی سب گھر والوں کے میں دھوتی ہوں۔ بھیا اور اپنے بچوں کے وہ خود دھوتی ہیں، بلکہ میں نے خود ہی کہا ہے انھیں، پہلے وہ چھوڑ دیتی تھیں۔“ فخر سے بتایا تھا صفیہ نے۔

”روٹیاں کون بناتا ہے؟“ سفینہ نے کپڑوں والی بات کو نظر انداز کیا۔

”بھابی۔“

”کھانا کون بناتا ہے؟“

”بھابی۔“

”برتن کون دھوتا ہے؟“

”صبح کے بھابی دھوتی ہیں، شام کے میں۔“

”سارے گھر کی صفائی کون کرتا ہے؟“

”بھا......بی!“

اس بار صفیہ کی آواز بہت ہلکی ہی سی نکلی تھی، وہ آنکھیں سکیڑے سفینہ کو دیکھنے لگی تھی۔

سفینہ نے اسے گہری نظروں سے دیکھا۔

”تو تم کیوں نہیں کہہ دیتیں بھابی سے کہ روٹیاں بس اپنی بنایا کریں۔ سالن بھی بس اپنے اور اپنے شوہر کے لیے۔ برتن بھی اپنے ہی دھوئیں، صفائی بھی بس اپنے ہی کمرے کی کریں، انھوں نے کیا ٹھیکا لے لیا ہے تم سب کا؟ جب سب کام تمھارے کرتی ہیں تو تمھیں اس کے کپڑے دھونے بوجھ لگتے ہیں، کمال ہے بھئی تمھاری سوچ پر......؟“

”مگر...... وہ...... وہ تو...... بھابی ...... ہے...... ناں تو......“

کمزور سے لہجے میں رک رک کر وہ بولی۔

”تو کیا؟...... ان کی ذمے داری بس میاں اور بچے ہیں، تم سب تو نہیں ہو۔

اس لیے سہیلی! یا تو احسان، مروت اور محبت کا یہ مظاہرہ دونوں طرف سے ہو، ورنہ ایک ہاتھ سے تالی نہیں بجا کرتی۔“

صفیہ لاجواب سی ہو کر چپ ہو گئی۔

☆☆☆

نہ ملیں تو وہ مل گئی۔ دوستی بھی جلد ہی ہوگئی۔ میٹرک ہوا تو کالج میں داخلہ بھی ایک ساتھ ہوا۔ گریجویشن مکمل ہوا۔ چار سال تک ایک ساتھ رہے۔ پھر وہ دوسرے علاقے میں شفٹ کر گئی۔ میں نے یونیورسٹی میں ایڈمشن لے لیا۔ ماسٹرز کرنے کے بعد ایک بار میں اس سے ملنے اس کے گھر گئی۔ پھر میری شادی ہوگئی، جس میں وہ آنہ سکی۔ دو سال بعد اس نے ماسٹرز کیا۔ اس کی جاب شروع ہوگئی اور میں گھر اور گھرداری میں کچھ ایسے مصروف ہوئی کہ اس سے رابطہ نہ رہ سکا۔ یہ موبائل کا دور نہیں تھا، بس ٹیلی فون پر بات ہوا کرتی تھی، مگر بہت مختصر۔ اسے کالج میں بطور لیکچرار جاب مل گئی۔ میرے دو بیٹے ہیں، خیر سے ایک اسکول میں اور ایک کالج میں آ گیا ہے سو اس دوران میں مجھے گھرداری سے اور اسے اس کی جاب اور مصروف زندگی نے فرصت نہ دی کہ ہم مل سکتے۔

اور آج اتنے سال بعد محض اس کی شادی سے ۱۵ دن پہلے میں نے اس کے گھر جانے کا ارادہ کیا تھا۔ ہمیں آج کا پورا دن ساتھ گزارنا تھا۔ ڈھیروں باتیں کرنا تھیں، جو شادی ہال میں ممکن نہ تھا۔ میں دل ہی دل میں یہ سوچ رہی تھی کہ اتنے سال بعد جب ہم دونوں ایک دوسرے سے ملیں گے تو کیسا لگے گا؟

خیر نکلنے سے پہلے میں اسے فون کرکے اپنے آنے کی اطلاع دینے لگی۔

کال ریسیو ہوئی تو خلافِ توقع اس کا بجھا بجھا سا لہجہ، غم میں ڈوبی ہوئی آواز بہت مختلف لگی۔ اس نے بتایا کہ اس کے بڑے بھائی کا دو دن پہلے انتقال ہوگیا ہے۔

مجھے جھٹکا لگا، چند گھنٹے بعد ہی میں اس کے گھر کے داخلی دروازے پر کھڑی تھی۔

پورا گھر خاموشی اور غم میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ مجھ سے اچھے طریقے سے ملی۔ میں نے سب گھر والوں سے تعزیت کی، دعائے مغفرت وبخشش کے بعد اس نے مجھے دو گھنٹے دیے۔

ہمارے درمیان باتیں ہوئیں مگر ماحول اور صورتِ حال بالکل مختلف تھی۔ میں واپس آنے لگی تو مجھے گلے لگا کر آنے کا شکریہ ادا کیا۔ کہا کہ آج اتنے سال بعد آکر تم سے مل کر بہت اچھا لگا اور میں صرف اتنا ہی کہہ سکی:

”میں نے آج اس طرح سے آنے کا سوچا ہی نہیں تھا۔ میری دعا ہے خدا تم سب کو صبر دے اور تمھاری آنے والی خوشیوں کو سلامت رکھے۔ خوش رہو، رابطے میں رہنا۔“

یہ خواہش بھی تھی اور درخواست بھی۔

واپسی کا پورا راستہ میں خود احتسابی کے عمل سے گزرتی رہی کہ ملنے میں کیوں اتنے سال لگا دیے؟ آج بھی تو وقت نکالا، کوشش کی، یہ سب پہلے کیوں نہ سوچا۔

اپنے لیے وقت نکالنا سیکھیے۔ رشتہ کوئی بھی ہو، اسے نبھانا، سنبھالنا، سجانا اور سنوارنا ہمارا کام ہے۔ وہ مخلص رشتے جو ہمیں خوشی دیتے ہیں، ان سے رابطہ رکھنا خود ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔ یاد رکھیے، وقت اور وسائل ہمارے آس پاس ہی ہوتے ہیں، بس ہمیں ان کی درجہ بندی کرنا نہیں آتی۔

☆☆☆

مثبت رخ

ع بنت مسعود احمد۔ اٹک شہر

میں بستر پر لیٹی کتاب پڑھنے میں مصروف تھی۔ مسلسل نزلہ زکام کی وجہ سے میرے ہاتھ میں ٹشو تھا۔ وہ مزید ناقابل استعمال ہوگیا تو میں نے اسے پھینک کر دوسرا پیپر لینے کا سوچتے ہوئے ہاتھ نیچے کی جانب بڑھایا، جہاں بیڈ کی پائنتی کے ساتھ ایک ٹوکری رکھی تھی۔

میں نے ٹشو کو ٹوکری میں ڈالنے کے لیے ہاتھ کھولا اور ٹشو میرے ہاتھ سے نکل گیا۔

مجھے احساس ہوا کہ ٹشو ٹوکری میں جانے کی بجائے نیچے گر گیا ہے۔

میں نے فوراً ٹوکری کی جانب نگاہ دوڑائی تو دیکھا کہ اس کا ڈھکن اوندھا پڑا تھا ایسے کہ کوئی چیز ڈالو تو وہ اس کے اندر جانے کی بجائے اس کے ڈھکن پر ہی رہ جائے۔

میں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ ڈھکن سیدھا کردوں، میں سمجھی کہ شاید ٹوکری کچرے سے منہ تک لبریز ہو چکی ہے۔

ڈھکن پر موجود کچرے کی چھوٹی سی ڈھیری کو دیکھ کر مجھے کوفت ہونے لگی اور میں نے ناگواری سے منہ بناتے ہوئے اپنی توجہ پھر سے کتاب کی جانب مبذول کرلی۔

اگلے دن کمرہ سمیٹ کر میں کرسی پر بیٹھی تنقیدی نگاہوں سے کمرے کا جائزہ لے رہی تھی کہ اگر کوئی چیز اِدھر اُدھر پڑی ہو تو اسے جگہ پر رکھ دوں۔

شدید الرجی کی وجہ سے میں جھاڑو لگانے سے کترا رہی تھی، مبادا مجھے چھینکوں کا دورہ پڑ جائے۔

چاروں طرف نگاہیں گھماتے میری نظر ٹوکری پر جا کر ٹک گئی۔

اس کے ڈھکن پر اب بھی کچرا موجود تھا اور مزید اضافہ ہو جانے کی وجہ سے آس پاس بھی کچرا گرا پڑا تھا۔

میں نے کچرے کو دیکھتے ہوئے جھاڑو لگانے کا سوچا مگر اگلے ہی لمحے چھینکوں کے تصور سے میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ صرف کچرا سمیٹ لینے کا سوچ کر میں اپنی جگہ سے اٹھی اور پنجوں کے بل زمین پر بیٹھ گئی۔ میں سوچ رہی تھی، کتنے دن سے یہ ٹوکری اپنے اندر کچرا جمع کر رہی ہوگی!

مجھے کوفت سی ہونے لگی۔ خالی کر لینے کی نیت سے میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ڈھکن اٹھایا اور ڈھکن کو صاف کرکے زمین پر رکھا پھر ایک ہاتھ سے ٹوکری کر پکڑ کر اس کے اندر جھانکا تو یہ دیکھ کر میں ٹھٹک کر رک گئی کہ وہ تو خالی تھی، بالکل خالی اور صاف یوں جیسے اسے کسی نے اسے دھو کر رکھا ہو۔

میں نے تاسف اور ندامت سے سر کو نفی میں ہلایا۔ مجھے یہ سوچ کر افسوس ہوا تھا کہ جب ٹوکری اندر سے بالکل خالی اور صاف تھی، تب میں کیوں یہی سوچے جا رہی تھی کہ پتا نہیں اس میں کب سے کچرا پڑا ہوا ہے۔

اور اس ایک پل میں میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔

میں سوچنے لگی کہ ہم کتنے لوگوں کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں ناں۔ بالکل ایسے ہی جیسے میں اس وقت ٹوکری کے بارے میں ہوئی تھی۔

کتنے ہی لوگ ہوتے ہیں جو باطن کے صاف ہوتے ہیں، بالکل پاک اور صاف۔ ان میں تو کوئی کھوٹ نہیں ہوتا مگر ہم آنکھیں کھول کر دیکھنے کے بجائے بند آنکھوں سے ان کے بارے میں غلط تصورات قائم کرنے لگتے ہیں، ہمیں بھی ان میں وہ گندگی نظر آنے لگتی ہے جو حقیقت میں نہیں ہوتی اور جب آنکھیں کھول کر دیکھتے ہیں تب تک بہت دیر ہو جاتی ہے۔ بہت سے اپنے بچھڑ جاتے ہیں اور ان کی یادیں ہمارا مذاق اڑا رہی ہوتی ہیں۔

یہی سب کچھ سوچتے ہوئے میں نے اپنی آنکھیں موند لیں۔

ٹوکری خالی تھی۔ میں پرسکون ہوگئی۔

ظاہر ہے سوچ کو مثبت رخ مل جائے تو انسان کو سکون کی دولت بھی تو نصیب ہوتی ہے ناں۔

☆☆☆

قانتہ رابعہ

تم سے کیا کہیں، جاناں!

(آخری حصہ)

"ہاں یاد آیا، وہ جو انوار صاحب ہیں ناں فلور مل والے، انھوں نے اپنی بیٹی کے رشتے کے لیے خود سے کہا ہے تمھارے ابا سے۔"

ماتھے پر ہاتھ مار کے یادداشت کو کوستے ہوئے ثوبیہ بولیں۔

"اور یہ کہ میرے بھی دل کو لگا ہے یہ رشتہ، لڑکی نہ صرف خوش شکل ہے بلکہ اچھے اخلاق اور عادات کی مالک ہے۔ اچھے شریف بھلے مانس لوگ ہیں۔ میرا خیال ہے ایک چکر لگا ہی لیتے ہیں ان کی طرف، وہ تو پچھلے ہفتے آئے ہی تھے۔"

"اور وہ جو انکل ظہیر کی بیٹی کا رشتہ تھا، ڈاکٹر ہے جو جنرل اسپتال میں، اُس کا کیا ہوا؟"

"بس بات بنی نہیں، جہاں اللہ نے لکھا ہوگا وہیں معاملہ طے پائے گا، خواہ دو دن لگیں یا دو سال۔" ثوبیہ نے تسلی دی۔

اگلے دن ثوبیہ بیٹی اور میاں کے ہمراہ انوار صاحب کے ہاں روانہ ہوئیں۔

بہت اچھے علاقے میں کشادہ گھر، صاف ستھرا ماحول، اچھے مہذب سے لوگ۔ لڑکی شرمیلی بھولی بھالی سی، بالکل ہی چھوئی موئی سی تھی۔ اگرچہ بی ایس آنرز کے بعد ایم فل کا ارادہ کر رہی تھی۔ انوار صاحب کی والدہ حیات تھیں۔ تہجد گزار، عبادت گزار، ذکر و اذکار سے شغف رکھنے والی جبکہ انوار صاحب کی بیگم گھریلو خاتون تھیں۔ سارا وقت نوکروں کے سروں پر سوار رہنا اور ان سے کام لینا آسان بات تو نہ تھی۔

بہر حال بہت اچھے موڈ میں ثوبیہ واپس آئی اور بہت دیر تک انوار صاحب کی فیملی کی تعریف میں رطب اللسان رہی۔

ثوبیہ اور اس کے میاں تو منگنی کے چونچلوں کے قائل نہ تھے بلکہ براہِ راست نکاح کے حق میں تھے، مگر انوار صاحب کے گھر کی خواتین چاہتی تھیں کہ پہلے منگنی ہو جائے، اور آخر کچھ بحث کے بعد یہی طے ہو گیا کہ منگنی اگلے ماہ کی پہلی جمعرات کو ہوگی۔

اب تو ثوبیہ کی جان پر بن آئی۔ لحہ بہ لحہ اسے روبینہ یاد آ رہی تھی۔ اِس طرح کے معاملات میں وہ بہت تعاون کرتی تھی۔ بڑے بڑے مسائل چٹکی بجاتے حل کر دیتی۔ کپڑوں کا انتخاب ہو یا جیولری کا، بس جس چیز پر وہ انگلی رکھتی بہترین قرار پاتی۔ اب سب کچھ اسے اکیلے کرنا پڑ رہا تھا۔ سبحان اور اس کے باپ نے یہ بات اس کے ذہن نشین کروا دی تھی کہ جس نے شادی کی تقریب سے جاتے ہوئے تمھیں بتانا گوارا نہ کیا، جس نے موبائل فون کا نمبر تبدیل کر لیا اور نئے پتے و نمبر کی اطلاع تک نہ دی، اسے اپنے دکھ سکھ میں شامل کرنے کی فرمائش بھی نہ کرنا۔

اور ثوبیہ نے بھی یہ بات پلے باندھ لی تھی۔

خیر کسی طرح باقی سب تیاری تو ہو گئی تھی لیکن تقریب والے دن پہنے جانے والے سوٹ کا ہی فیصلہ نہیں ہو پا رہا تھا، آخر فضہ نے نیٹ سے ایک پیج نکالا۔

"امی! اُس میں سے دیکھیں، آپ کو ضرور کوئی کولیکشن پسند آئے گی۔"

اس نے موبائل آگے کیا۔

ثوبیہ کا ہاتھ لگنے سے وہ سوٹ یا پیج تو نظر نہ آیا، ہاں ننگ دھڑنگ دو چار چیتھڑے بدن پر ڈالے، کانوں میں بڑے بڑے آویزے لٹکائے ایک ماڈل گرل کسی پونی والے لڑکے سے چپکی کھڑی تھی۔

"استغفراللہ! یہ کیا واہیات تصویر آ گئی بیچ میں۔"

انھوں نے بھنا کے بیٹی سے کہا۔

فضہ ہنسی۔ "امی! یہ آپ کی بھانجی ہے میڈم سونیا عرف ندا گل۔"

فضہ نے کہا، ساتھ ہی ماں کے کانوں میں گھسی۔

"امی! سچ سچ بتائیں، کیا خالہ خالو کو یہ تصویریں نظر نہیں آتیں؟ خالہ تو بڑی وعظ کرنے والی خاتون تھیں۔ اٹھتے بیٹھتے آپ کو لیکچر دیا کرتی تھیں، اب کیا آنکھوں پر پٹی بندھ گئی؟"

"نہیں بیٹے! پٹی نہیں بندھی، اصل میں حرام مال کا ایک لقمہ بھی خدا سے دور کر دیتا ہے، اُس کے در پر کی جانے والی عبادت کو مردود کروا دیتا ہے۔ اچھی بھلی عورت تھی، پھر پتا نہیں بیٹی کی کمائی نے کیا جادو کیا کہ خوشبو بدبو میں فرق ہی بھول گئی۔ جب انسان سے حیا رخصت ہو جاتی ہے تو پھر اچھے برے کی تمیز ہی ختم نہیں ہوتی بلکہ برائی اس کے لیے پرکشش بن جاتی ہے، اپنے عیب بھی پھول بوٹوں کی طرح نظر آنے لگتے ہیں، خیر اللہ معاف کرے......"

انھوں نے بے ساختہ کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"ہمیں اس کے کسی بندے پر تبصرے نہیں کرنے نہیں چاہییں۔"

انھوں نے بے ساختہ جھرجھری سی لی، پھر بولیں:

"یہ تو ایک آزمائش ہے بیٹا جو کسی پر بھی آ سکتی ہے، بس روبینہ کے لیے اور اپنے لیے یہ دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں ہدایت دے اور ہدایت پر قائم رکھے، آمین۔"

☆......☆

تقریب رات کے کھانے کی رکھی گئی تھی۔ ثوبیہ نے نند اور جیٹھ کی فیملی کو بھی مدعو کیا ہوا تھا۔ اس نے سب سامان اپنی نگرانی میں پیک کروایا۔ جانے کی تیاری مکمل تھی، جب موبائل فون کی بیپ ہوئی۔

"مسز انوار کالنگ!" اسکرین پر جگمگ کرتا نظر آیا۔

"جی السلام علیکم بھابی! بس ہم تیار ہیں۔"

"جی، جی نند اور ان کے میاں ابھی پہنچے ہیں۔"

"نہیں جیٹھ کی طبیعت خراب ہے، ان کی طرف سے معذرت آ گئی تھی۔"

"کون؟" انھوں نے ماتھے پر سوالیہ نشان لا کے پوچھا۔

"کس کو ضرور لانا ہے؟"

"روبینہ کو؟" ان کی آواز سست ہوئی۔

مسز انوار کی آواز آئی: "جی جی روبینہ! آپ نے تو ایک مرتبہ بھی ذکر نہیں کیا کہ وہ آپ کی بہن ہیں۔ مجھے چند گھنٹے قبل ہی انوار صاحب نے بتایا کہ وہ بچی جو آج کل ہر ڈرامے میں آ رہی ہے، بھلا سا نام ہے، ہاں ندا گل! وہ آپ کی بھانجی ہے، بچے تو بچے یہاں سارے ہی بہت ایکسائیٹڈ ہیں، پلیز! آپ ان کو ہماری طرف سے ضرور دعوت دیں۔"

بقیہ صفحہ نمبر ۱۴ پر

اہلیہ راشد اقبال

کمرہ کہانی

شمائلہ نے کافی عرصے بعد لکھنے کے لیے قلم اٹھایا تو اسے لگا سارے ربط ٹوٹ گئے ہیں۔ نت نئے موضوع تو اِدھر اُدھر موتیوں کی طرح بکھرے پڑے تھے، مگر انھیں سمیٹنے کے لیے لفظوں کی ڈور کہیں زندگی کی مصروفیت میں گم ہو کر رہ گئی تھی جسے ڈھونڈنے کے لیے کافی مشقت درکار تھی۔

شمائلہ نے کردار کو سانچے میں ڈھالنے کے لیے لفظوں کو گوندھنا چاہا تو قلم رک گیا۔ خیالات ساقط ہو گئے اور پھر وہی زندگی کی مصروفیت درمیان میں آ گئی۔

شمائلہ نے کارنر میز پر کتاب اور قلم رکھ دیا اور بیزاری سے کمرہ سمیٹنے لگی۔ حالانکہ کمرے کا دروازہ وہ اِس لیے بند کر آئی تھی کہ اسے کوئی بھی پریشان نہ کرے اور وہ اپنے قلم سے ٹوٹا رشتہ پھر سے جوڑ لے، مگر سانسوں کے ہچکولے کبھی اوپر، کبھی نیچے، انسان کو گھسیٹتے گھسیٹتے نجانے کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں۔

وہ بڑی بیزاری اور بے دھیانی سے چیزیں اپنے ٹھکانے پر پہنچانے کی کوشش کر رہی تھی، جبکہ دماغ میں موضوعات کی ٹھک ٹھک آمد جاری تھی، مگر الفاظوں کا ربط، جذبوں کی مٹھاس، لہجوں کی بیگانگی، کرداروں کی خودکشی، شمائلہ کے اندر بھی خودکش دھماکوں سے کم نہ تھی۔

اسے آوازیں سنائی دیتی تھیں، مگر وہ تصویر کشی سے قاصر تھی۔ خیر اُس نے صفائی کا کپڑا اٹھایا اور دیوار پر لگی قدرتی مناظر کی تصویر کو صاف کرنے لگی۔

صاف کرتے کرتے ذہن میں ہلچل مچی کہ یہ تو وہی تصویر ہے جب اس نے اپنے شریک سفر کے ساتھ ایک سفر میں ان قدرتی مناظر کو محفوظ کیا تھا۔ اسے لگتا تھا یہ حسین وقت، حسین مناظر کبھی نہیں گزریں گے۔ قدرت کے نظاروں نے اس کی آنکھوں کو چندھیا کر رکھ دیا تھا۔ ہم شہروں میں رہنے والے، مصنوعی مناظر کے عادی ہوتے ہیں۔ یہ قدرتی مناظر صرف صبح ہی صبح صرف کچھ دیر کے لیے کچھ ہی لوگوں کو دیکھنے کو ملتے ہیں جو صبح اٹھنے کے عادی ہوتے ہیں! وگرنہ تو اکثریت کا تو سورج ڈھلنے پر ہی صبح کا آغاز ہوتا ہے، اور جب آغاز ہی زوال سے شروع ہو تو انجام پر عروج کی کیا مثال دی جاسکتی ہے؟

سنت کہانی (اوّل - دوم)

اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور جنت کے حصول کے لیے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنتِ مبارکہ بلاشبہ کامل ترین.... خوبصورت ترین.... اور آسان ترین راستہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کے لیے....
بچوں کو بچپن ہی سے پیاری.... مبارک سنتوں....
اور.... پاکیزہ طریقوں کا عادی بنانے کے لیے....

بچوں اور بچیوں کے لیے اچھوتے.... اور آسان انداز میں لکھی گئی....
نصیحت آموز کہانیاں.... دیدہ زیب کتابی شکل میں....

آئیں! مل کر کتاب دوستی کو فروغ دیں اور اس پیغام کو عام کریں۔

بیتُ العِلم
کراچی فون: 021-32726509 ، موبائل: 0309-2228089
لاہور فون: 042-37112356
Visit us: www.mbi.com.pk maktabahaitulilm

شمائلہ تصویر کے اندر جا چکی تھی۔ ہچکولے کھاتی واپس آئی تو رخسار پر آنسو رواں تھے۔ حسین اوقات کیسے آ کر گزر جاتے ہیں، انسان کو اس کی اوقات یاد دلاتے رہتے ہیں مگر وقت ہی نہیں ہوتا وقت کو یاد رکھنے کا؟ بس اسے گزارنے کی دُھن ہوتی ہے۔ کبھی ہم اُس وقت کو سرور میں گزار دیتے ہیں، کبھی ہم اس وقت کو غرور میں گزار دیتے ہیں۔ کبھی اُن اوقات میں اپنی اوقات بھول جاتے ہیں کبھی اُن اوقات کو دوسروں کی حیثیت یاد دلانے میں بسر کر دیتے ہیں، بس اسے گزارنے پر تل جاتے ہیں اور جب یہ وقت گزر جاتا ہے تو واپس دھکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

بے دھیانی میں صفائی کرتے کرتے، میز پر رکھے گلاس پر اس کا ہاتھ پڑ گیا۔

گلاس چھناک سے کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ پانی فرش پر بہنے گا۔ اس کا دھیان لوٹ آیا۔ دماغ میں ربط رہا نہ خیال، موضوع رہا نہ کوئی کردار۔

جلدی جلدی اُس نے کانچ کے ٹکڑوں کو سمیٹنا چاہا، مگر مجال ہے جو کانچ اپنی فطرت سے باز آتا، خون کی دھار پر ہی اُس کے کرچی وجود کو ٹھنڈا پڑنا تھا۔

’’آہ......!‘‘ شمائلہ کی کرب سے آواز نکلی۔

اسے کانچ کے ٹکڑوں سے اپنی ذات کی مماثلت محسوس ہونے لگی۔

شاید وہ بھی زندگی میں کچھ اسی طرح بکھر سی گئی ہے! اُس کے اندر موجود جذبے بھی پانی کی طرح فرش پر پھیل گئے ہیں، حالانکہ اس کے جذبوں کی اُڑان تو فرش نہیں عرش تھا۔

پانی میں خون کیا ملا رنگ ہی بدل گیا، ہاں رنگ ہی تو بدل گیا سب کا، وہ رنگ کہاں رہے، جس رنگ میں وہ رنگی تھی۔ ہر رنگ اپنی پہچان سا کھو گیا ہے۔ چہرے کے دِل کش رنگ ہوں یا آنکھوں کے گلابی رنگ، بے رنگ ہوتے ہیں تو ویرانیت سی محسوس ہوتی ہے۔ ہزاروں میں آپ تنہا ہوتے ہیں، محفل میں بیگانہ، شناساؤں میں اجنبی، لفظوں میں بے ربط، کرداروں میں بے حس، جذبوں سے خالی۔

مگر افسوس ہے ٹوٹ جانے پر، بکھر جانے پر کانچ کے ٹکڑوں کی طرح، دوسروں کو چبھ کر ہی تسکین کیوں حاصل ہوتی ہے؟ کیا چپ چاپ ٹوٹ کر، چپ چاپ سے بہہ کر، نیکی کے دریا میں جا کر نہیں مل سکتے؟ بکھر کر بھی تو دریا بنا جا سکتا ہے ناں! مگر ہماری پیاس دوسروں کے خون ہی سے بجھنے لگی ہے۔

فرش صاف ہو چکا تھا، ساتھ ہی ساتھ شمائلہ کو محسوس ہو رہا تھا مطلع بھی صاف ہو گیا ہے۔ اب کھوئے ہوئے لفظوں کے موتیوں کی ڈور ڈھونڈی جا سکتی ہے جہاں کرداروں کو متعین کیا جا سکتا ہے، لفظوں میں ربط ڈالا جا سکتا ہے، جذبوں میں کھنک پیدا کی جا سکتی ہے، لہجوں میں مٹھاس جنم لے سکتی ہے، قلم میں پھرتی پیدا ہو سکتی ہے۔

''واہ کیا ہی غنیمت ہے!'' شمائلہ نے پھر کاغذ قلم اٹھالیا اور ایک نظر کمرے میں چاروں طرف دوڑائی۔ آج تو اس نے ''کمرہ کہانی'' مکمل کرنی تھی۔

اس کے تکیے کے نیچے سے پھول کی پتیاں جھانک رہی تھیں، مرجھائی پتیوں کی تازہ مہک اس کو اپنے اندر محسوس ہو رہی تھی۔ یہ احساسات وقت گزر جانے کے بعد بھی تازگی کا احساس رکھتے ہیں تو بروقت اُن کے اندر کتنی طاقت ہوگی؟ مگر ہم اس وقت ان کی قدر نہیں کرتے، اسے ہلکا جانتے ہیں، بے وزن مانتے ہیں، سرسری لیتے ہیں، اُن جذبوں کو، ان کرداروں کو، ان لفظوں کو جو ہماری زندگیوں میں خوشیاں لاتے ہیں، جو ہماری دوڑتی بھاگتی زندگی، ہچکولے کھاتی زندگی میں ہمیں سنبھالنے کے لیے، اپنی بانہیں فراہم کرتے ہیں۔ ہم ان لفظوں کی خوشبوؤں میں آنکھیں بند کرتے ہیں تو وہ پالیتے ہیں جو بھلا نہیں پاتے۔ ہم وہ حاصل کرتے ہیں کہ لاحاصل کی تلاش چھوڑ دیتے ہیں۔ ہم اِس سرور میں جھومتے ہیں کہ یہ نشہ بے رنگ ہوتا ہے۔ ہمارا کردار مرکزی ہوتا ہے۔ ہمارے جذبے پر جوش۔ ہمارے احساسات میں انہی پتیوں کی تازہ خوشبو ہوتی ہے، جو ابھی شمائلہ کو محسوس ہو رہی تھی۔

اس نے سوچ لیا تھا، وہ بکھر گئی تو کیا ہوا؟ وہ ٹوٹ گئی تو کیا ہوا؟ اس کا رنگ اڑ گیا تو کیا ہوا؟ منظر کشی کو خودکشی ملی تو کیا ہوا؟ لفظوں، جذبوں، پھولوں کی خوشبو تو باقی ہے ناں! پھر کیوں وہ موجودہ وقت کی تتلیوں کو اڑنے دے؟

یہ بے رنگ نہیں ہیں، مایوسی کی چادر اوڑھے بیٹھے ہیں۔ خود میں نے ہی موجودہ تمام رنگوں کو بے نور کر دیا ہے۔ مجھے اب جگنوؤں میں چاند دیکھنا ہے، اپنے بکھرے وجود کو سمیٹنا ہے، اچھا وقت گزارا تو ہے، اب اس وقت کو بھی اچھا بنانا ہے۔ روٹھوں کو منانا ہے، بچھڑوں کو ملانا ہے، کرداروں کو بنانا ہے، جذبوں کو مہکانا ہے، خوشیوں کے دیے جلانے ہیں۔

شمائلہ کے دل کے افق پر مایوسی کے بادل صاف ہو گئے اور امید کا سورج پوری توانائی سے چمکنے لگا۔

''کمرہ کہانی'' مکمل ہوگئی، مگر کچھ ادھورا تھا، کچھ ایسا تھا کہ ہو جائے تو کمرہ کہانی مکمل محسوس ہونے لگے۔

ابھی وہ کہانی کے آخری حروف لکھنے میں مصروف تھی کہ کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

اس کی ساری توجہ اس طرف مرکوز ہوگئی۔

دستک دوبارہ ہوئی، وہ بے ترتیب دھڑکنوں کو سنبھالتے ہوئے اٹھی۔

کمرے کا دروازہ کھلتے ہی کمرہ کہانی مکمل تھی۔

ناراض شریکِ حیات سامنے کھڑے تھے۔ شمائلہ تو تہیہ کر چکی تھی سو جگنو سے چاند دیکھنے لگی۔ تمام گلے شکوے مٹا کر اس نے لفظوں کی خوشبو محسوس کی اور اپنے کردار میں جان، لفظوں میں جان، جذبوں میں محبت، لہجے میں اپنائیت بھر کر صرف اتنا کہا:

''مجھ سے ناراض نہ ہوا کریں! میرا وجود بکھر جاتا ہے۔''

☆☆☆

بزمِ خواتین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

☆ سرورق پر ''میری امی'' کا عنوان دیکھ کر ہی سمجھ گئے رسالے میں اس بار ''یادیں ہم سفر میری'' کا سلسلہ شامل ہے۔ بہر حال تحریر کھول کر جب پڑھنی شروع کی تو نہ پوچھیے عجیب حالت ہوگئی۔ دل سے اس ماں کے لیے دعا نکلی۔ 'ٹیلنٹ' میں مدیر بھائی نے بالکل سو فیصد صحیح لکھا۔ دل سے دعا نکلی کہ الٰہی ہماری نسلوں کی حفاظت فرمانا! عبدالمالک کی تحریر نے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ سلمیٰ حسین نے اسلامی دسترخوان کے بارے میں کافی معلومات دیں۔ 'نجانے کہاں کھو گئے' قانتہ رابعہ نے اپنے ماضی کے بارے میں بتا کر ہمیں بھی اپنی بچپن میں پہنچا دیا۔ 'بزم خواتین' میں تو سارے ہی خط پیارے تھے مگر بنت ملک اشرف کے خط پر مدیر صاحب کا بے ساختہ جواب پڑھ کر ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ 'فوری فیصلہ' پڑھ کر ڈاکٹر زاہدہ محترمہ کے لیے دل سے دعا نکلی کہ اپنی اتنی مصروفیت سے وقت نکال کر بہنوں کے لیے لکھتی ہیں۔ اللہ پاک ان کو صحت و عافیت اور ایمان بھری لمبی زندگی عطا کرے، آمین! انتظار رہتا ہے ان کی کہانیوں کا۔ (عنبر کائنات بنت آصف خان۔ ویسہ تحصیل حضرو ضلع اٹک)

ج: اللہ تعالیٰ نے چاہا تو بہت جلد ان کی کہانی شائع ہوگی۔

☆ میں ''خواتین کا اسلام'' کا پرانا قاری ہوں۔ میری اس میگزین میں دلچسپی اس لیے بھی زیادہ ہے کہ میری گھر کی مستورات، میری بہنوں کی زندگیوں میں مجھے خواتین کا اسلام کا عکس نظر آتا ہے۔ میں شمارہ پڑھ کر جیل سے گھر بھیج دیتا ہوں اور جب بہنیں گھر آتی ہیں تو میرا حال احوال پوچھتی ہیں تو والدہ انھیں بتاتی ہیں کہ اس نے میگزین بھیجے ہیں اور پڑھنے کی تلقین کی ہے تو اس میگزین کے ذریعے گویا میں بہنوں کو اپنے دل کی بات پہنچا دیتا ہوں۔ اس خط کے ساتھ دعاؤں کی بھی درخواست ہے۔ گزشتہ سات سال سے جیل میں بے گناہ قید ہوں۔ یقیناً یہ اللہ رب العزت کی طرف سے آزمائش ہے۔ (حافظ عالمگیر۔ سینٹرل جیل حیدر آباد)

ج: اللہ رب العزت آپ اور تمام بے گناہ بھائیوں کی آزمائش کو مختصر فرمائے اور دنیا آخرت میں سرخ رو فرمائے، آمین!

☆ شمارہ ۱۰۶۴ میں آئینہ گفتار غائب ہے۔ ''حفظ قرآن کیوں اور کیسے؟'' بہت عمدہ مضمون کی ابتدا ہوئی ہمارے محبوب رسالے میں۔ بنت ملک اشرف نے بہترین اقوال زریں پیش کیے۔ ''حصارمت توڑو'' محترمہ ام محمد سلمان کے قلم سے نکلی تحریر حقیقت پر مبنی لگی۔ محترم ابو الحسن صاحب نے چمن خیال پیش کیے جو ہمیں بہت پسند آئے۔ محترمہ عامرہ احسان صاحبہ کے تیز دھار قلم سے نکلی تحریر ''ٹھیس نہ لگ جائے'' شاندار تحریر تھی۔ مسکراتے مسکراتے مکمل ہوئی۔ ''خوشبو جیسے لوگ ملے افسانے میں'' واہ وا...... کمال کر دیا۔ اتنی زبردست روداد۔ بہت لطف آیا پڑھ کر۔ بزم خواتین اس بار بھی شاندار محسوس ہوا۔ (بنت البحر۔ ٹنڈو آدم)

ج: کبھی کبھی غائب بھی ہو جانا چاہیے۔

☆ آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے ہمارے انٹرویو کے سوالات کی لاج رکھی اور اپنے خوب صورت سے رسالے میں جگہ دی۔ اس حوصلہ افزائی نے پھر دوبارہ قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ آپ نے کہا تھا تحریر کو رجسٹری کروایا کریں میں تو جو بھی تحریر بھیجتی ہوں اس کو لازمی رجسٹری کرواتی ہوں لیکن مجھے نہیں پتا ہوتا کہ آپ کو ملی ہے کہ نہیں ملی کئی تحریریں بھیج چکی ہوں۔

(اہلیہ مولانا عمران۔ قائدآباد، کراچی)

ج: رجسٹری کی ہوئی ہر تحریر ضرور مل جاتی ہے۔ جو تحریریں قابل اشاعت ہوتی ہیں، ان میں کچھ تاخیر بھی ہو جاتی ہے۔

☆ القرآن والحدیث اور خواتین کے دینی مسائل ہمیشہ کی طرح زبردست تھے۔ پچھلے دنوں ''یہ جہاں چیز ہے کیا؟'' ناولٹ بہت اچھا لگا۔ ویسے تو مدیر چاچو! پورا رسالہ بہت مزے کا ہوتا ہے۔ بزم

خواتین ہمیشہ کی طرح غائب تھا۔ (فاطمہ الیاس۔ ٹھل نجیب)

ج: ہمیشہ کی طرح......؟؟؟

☆ دو تین ماہ سے ہمارے رسالے تعطل کا شکار ہیں۔ وجہ اس کی یہ بنی کہ ہمارے ہاکر کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ اس کی صحت کے لیے ہم دعا گو رہے، اس لیے بھی کہ ہمارے پیارے رسالے دوبارہ ہمارے گھر جلوہ افروز ہوں۔ آج کے خط کے بارے میں بھی ابو جی نے صبح کال کی کہ مبارک ہو مبارک ہو مبارک ہو اور جب ہم نے وجہ پوچھی تو بولے کہ آپ کا خط شائع ہوا ہے اور پھر انھوں نے پڑھ پڑھ کر سنایا اور ہم سن سن کر محظوظ ہوئے، خصوصاً آپ کا جواب کہ ''اپنے میاں جی سے کہیے گا جو کہتا ہے وہی ہوتا ہے۔'' سارا دن یہ جملہ دل میں دہراتے رہے اور مسکراتے رہے۔ آج کا دن بہت اچھا گزرا۔ (ام خدیجہ۔ منڈی بہاؤالدین)

ج: دل میں دہرانے کے لیے تھوڑا ہی کہا تھا، خدیجہ کے ابو کو سنانے کے لیے کہا تھا۔ خیر انھیں ہمارا سلام عرض کیجیے گا۔

☆ کسی بھی شمارے میں یہ میرا پہلا خط ہے۔ مجھے میری اکلوتی نند اور کزن بنت اشرف کو دیکھ کر رسالے پڑھنے کا شوق ہوا۔ وہ ان رسالوں کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیتی تھی جب میں نے ان رسالوں کو پڑھا تو اس کی تعریف بجا لگی۔ 'ٹیلنٹ' میں مدیر چچا نے بہت اہم موضوع پر بات کی۔ 'میری امی' تحریر پڑھ کر دل دکھ سے بھر گیا۔ 'نجانے کہاں کھو گئے' پڑھ کر ہم بھی اپنے بچپن میں کھو گئے۔ 'فوری فیصلہ' زبردست تحریر تھی۔ 'خواتین کی بزم' بھی خوب تھی۔ بنت اشرف کا خط دیکھ کر خوشی ہوئی۔ ماشاء اللہ خواتین کا اسلام اور بچوں کا اسلام دونوں رسالے ہی بہت اصلاحی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی محنت کو اپنی بارگاہ الٰہی میں قبول فرمائے۔

(اہلیہ ملک عمیر معاویہ ابن ملک اشرف۔ گڑھا موڑ)

ج: آمین ثم آمین۔

☆ چاچو جی یہ رسائل بہت اچھے ہیں۔ ہمارے پورے گھرانے کے علاوہ یہ رسائل بہت سے رشتے دار بھی پڑھتے ہیں جن میں سرفہرست ننھیال ہے۔ میرے ماموں ممانیاں، خالائیں اور ماشاء اللہ نانا نانی بھی، البتہ ددھیال میں ابھی سب نہیں پڑھتے۔

(بنت عبدالقیوم۔ چک 65 فیروزہ لیاقت پور)

ج: کوئی بات نہیں۔ محنت جاری رکھیں۔ دراصل مطالعے کا ذوق بھی بچپن ہی سے پیدا ہوتا ہے، جسے یہ شوق ہو، وہ پڑھے بنا نہیں رہ پاتا۔

☆ 'نقل چور' پڑھ کر خیال آیا کہ چلو دادی ماں تو بھولی بھالی تھیں کہ نقل کر بیٹھیں، مگر ان 'سیانے' نعت خوانوں کا کیا جائے جو گانوں کی طرز پر 'نعتیں' گاتے ہیں۔ 'کل اور آج' میں اہلیہ ہاشم اپنے زمانے اور آج کے زمانے کے فرق کا دکھڑا روتی نظر آئیں۔ 'لاڈی' پڑھ کر حفصہ پر بہت رشک آیا۔ محترمہ حفصہ فیضی کی ہلکی پھلکی 'نوک جھوک' اچھی لگی۔ ویسے یہ تو گھر گھر کی کہانی ہے۔ 'کبھی غم کبھی ہنسی' معاشرے کی خوب تصویر کشی کر گئی۔ جویریہ ظہور 'درودِ پاک کی برکت' کی صورت ایمان افروز واقعہ لے کر آئیں۔ محترمہ عامرہ احسان 'مقاماتِ غور و فکر' کے ساتھ آئیں اور چھا گئیں۔ بنت شکیل احمد کے 'ابی جان' قابلِ رشک ٹھہرے۔ 'دوسری قمیص' پڑھ کر دنگ رہ گئے۔ شمارہ ۱۰۵۸ میں ہماری تحریر شائع ہوئی، آپ کا بہت بہت شکریہ۔ جزاک اللہ خیرا احسن الجزاء فی الدارین! آئینہ گفتار 'سستی جنت' میں ناموں کے معانی پڑھتے ہوئے ہنس ہنس کر برا حال ہو گیا، اگرچہ 'لائبہ' نام کی درگت بنتے دیکھ کر ٹینشن ہونے لگی، کیونکہ یہ تو ہماری بھانجی کا نام ہے! 'قرآن سے رکھے گئے نام' عبرت، نصیحت، مزاح، کیا نہیں ہے اس فکر انگیز تحریر میں۔ (ام الصباح بنت درخواستی۔ خان پور)

ج: پھر اس ٹینشن میں آپ نے کیا کیا؟!

☆ زمانہ طالب علمی میں رسالہ ہذا کی نہ صرف مستقل قاریہ رہی ہوں بلکہ گاہے بگاہے مضامین خطوط، آرا و تجاویز، اشعار غرض مختلف تحاریر بھی بھیجا کرتی جو الحمد للہ اکثر شرف اشاعت پاتے۔ ناگزیر وجوہ کی بنا پر ایک لمبا عرصہ غیر حاضری کے بعد اب دوبارہ آن لائن میگزین کا مطالعہ شروع کیا تو خاکستر میں چھپی ہوئی چنگاری کو پھر سے ہوا ملی۔ شمارہ ۱۰۵۹ میں یوں تو ہمیشہ کی طرح ہر تحریر لاجواب لگی لیکن مدیر بھائی محمد فیصل شہزاد کی تحریر 'رات، آسمان اور گاؤں' نے بے اختیار قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ متاثر تو خیر پہلے بھی بھائی کا اندازِ تحریر بہت کرتا ہے لیکن اس خوب صورت تحریر نے گہرا تاثر ڈالا۔ شاید اس لیے بھی کہ میں خود بھی بچپن سے اب تک گرمیوں کی راتوں کو صرف اسی لیے بہت پسند کرتی ہوں کہ ستاروں بھرے آسمان کے نیچے کھلے صحن میں چارپائی پر سونے کا الگ ہی لطف ہے۔ میں آج بھی اپنے ننھے منوں کے ساتھ رات کو بستر پر لیٹ کر ستارے مٹھی میں پکڑنے اور پھر مٹھی کھول کر انھیں فضا میں چھوڑنے کا کھیل کھیل کر محظوظ ہوا کرتی ہوں۔ بھائی مظہر حسن صاحب کی تحریر 'بیوی اک دیوانی سی' نے مسلسل مسکراہٹ پر مجبور کیا۔ 'بھٹکے ہوئے آہو کو......' بہت منفرد انداز کا سفرنامہ تھا، جس میں ضروری مسائل سے آگاہی بھی ملتی رہی۔ ڈاکٹر رابعہ خرم صاحبہ کا ہائی بلڈ پریشر پر مضمون بھی معلوماتی رہا، لو بلڈ پریشر پر تحریر کا بھی انتظار رہے گا۔ بہن حفصہ فیضی کا اندازِ تحریر بھی اچھا ہے بس اہلہ لفظ کی لغت سمجھ میں نہیں آسکی۔ مرادی معنی تو خیر پتا چل گیا۔ 'دل ہی تو ہے نہ کہ سنگ و خشت' پڑھ کر دلی افسوس ہوا۔ غرض مجموعی طور پر سب اچھا لگا۔ بس مستقل سلسلوں کی کچھ کمی محسوس ہوئی۔ جیسے ہمارے طلبِ علمی کے زمانے میں کچن میں پہلا دن، کشکول، آپ کا دسترخوان، شادی سادی، سہانا بچپن اور اس جیسے دیگر موضوعات پر مستقل تحریریں وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی تھیں!

(ام محمد سعد۔ چشتیاں)

ج: یہ ان کا خانہ ساز لفظ ہے، معنی ہی مراد ہیں، لغت میں اضافہ ان کی مراد نہیں۔

☆ ہمارے خواتین کا اسلام رسالے میں شائع ہونے والا ہر ناول ہی اپنی نوعیت کا شاندار ناول ہوتا ہے ماشاء اللہ۔ 'یہ جہاں چیز ہے کیا' بھی انہی میں سے ایک تھا۔ بہت پسند آیا مومنہ کے کردار پر شروع میں بہت ترس آیا مگر جہاں پر مومنہ کے ماموں اور چاچو جیسے کردار موجود ہیں وہیں پر نور آپا جیسے مثبت کردار بھی مومنہ جیسے کسی شمع کے منتظر چراغ کے جلنے میں مدد کرتے ہیں اور حسین کے بدلنے پر بہت خوشی ہوئی۔ آخر میں جس کی توقع تھی یعنی حسین اور مومنہ کی شادی نے بہت مزہ دیا۔ مومنہ کا اللہ سے مضبوط تعلق پر بہت رشک آیا۔ آخر میں جب حسین امت مسلمہ کو ظالموں کی درندگی سے چھٹکارا دلانے جا رہا تھا تو حسین جیسے نوجوانوں کے لیے دعائیں نکلیں اور جبین آپی کو ڈھیروں مبارک باد اور مدیر چاچو کے اس ناول کو شائع کرنے پر جزاک اللہ خیراً کثیراً۔ (امیمہ اکبر۔ کبیر والا)

ج: آمین وایاک۔

بقیہ ''تم سے کیا کہیں جاناں''

''لیکن......ایک تو وہ میری سگی بہن نہیں......کزن ہے، اور دوسرا میرا اس سے رابطہ اب ذرا کم کم ہی ہے۔'' تھوک نگلتے ہوئے وہ بمشکل اتنا ہی بول پائیں۔

''تو کوئی بات نہیں رابطہ ہے تو سہی، پلیز آپ ان کا نمبر دیں، میں خود اُن سے ریکویسٹ کروں گی، وہ ضرور اپنی بیٹی کو لے کے آئیں۔ بہت غضب کی آرٹسٹ ہے بھئی اور میری ساس سے ملی تھیں ناں آپ؟ وہ تو اس کی بہت بڑی فین ہیں۔ کوئی بات نہیں، بھلے کچھ وقت لگ جائے لیکن ان کو ضرور لائیے، تقریب میں جان پڑ جائے گی۔''

مسز انوار خوشی کی لہر کی طرح رواں تھیں اور ثوبیہ کے ہاتھ سے سیل فون گر گیا تھا۔

''بچے بہت ایکسائیٹڈ ہیں......تقریب میں جان پڑ جائے گی......میری ساس اس کی بہت بڑی فین ہیں!!!''

اس کی سماعت میں یہ جملے ناچ رہے تھے اور خوشی کے موقع پر نجانے کیوں اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔

Haft Roza “Khawateen Ka Islam” Regd.No:MC1437

خدیجۃ الکبریٰ ویلفیئر ٹرسٹ

دارِ خدیجۃ

ORPHANAGE

یتیم بچوں کیلئے فی سبیل اللہ عمدہ رہائشی سہولیات

معیاری دینی و عصری تعلیم اور اخلاقی تربیت

شرائطِ داخلہ

- بچہ یتیم ہو
- انٹری ٹیسٹ اور انٹرویو
- عمر 6 سے 10 سال
- کراچی و صوبہ سندھ کے رہائشی ہوں

خصوصیات

- معیاری رہائش، صاف لباس اور طبی سہولیات
- حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق غذا
- معیاری دینی اور عصری تعلیم
- کمپیوٹر لیب اور لائبریری
- پرہیزگار زندگی کے لیے "تربیہ اور تزکیہ" کا ماحول
- کھیلوں کے مواقع اور صحت افزا سرگرمیاں
- خود کفیل بننے کے لیے کارآمد ہنر

داخلے جاری ہیں

ضروری کاغذات

- بچے کا ب فارم
- بچے کی دو عدد تصاویر
- والد اور والدہ کے شناختی کارڈ کی کاپی
- والد کا ڈیتھ سرٹیفکیٹ

داخلہ صرف میرٹ کی بنیاد پر ہوگا (ان شاء اللہ)

رجسٹریشن کے لیے درج ذیل لنک پر کلک کرکے فارم پُر کریں

https://tinyurl.com/KhadijaOrphanage

یا

واٹس ایپ کرکے فارم حاصل کریں!

0305-3341808

KHADIJA TUL KUBRA WELFARE TRUST WWW.KKWT.ORG